مرنے کے بعد کی زندگی میں عمل اور مجاہدہ ہے کوئی امتحان نہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷؍فروری ۱۹۸۱ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

سورۃ رعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (الرعد:۲۳)

اس آیتِ کریمہ میں ایک بنیادی بات بتائی گئی ہے جس کا تعلق انسانی زندگی کے ہر لمحہ سے ہے اور وہ یہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں ثابت قدمی سے کام لیا۔

یہ جو وفا اور ثباتِ قدم ہے اس کا تعلق انسانی زندگی کے، فردی زندگی کے کسی خاص وقت کے ساتھ نہیں۔ صبح کے ساتھ نہیں کہ ظہر کے ساتھ نہ ہو اور ظہر کے ساتھ نہیں کہ شام کے ساتھ نہ ہو۔ زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ ہوا سے اس آیت کی روشنی میں ثباتِ قدم کہا جائے گا تو جو استقامت کے ساتھ ثباتِ قدم کی جو راہ ہے، وفا اور استقامت کا جو اسوہ ہے اس کی پیروی کرتے ہوئے اپنی زندگی کے دن گزاریں گے۔ انہیں ''الدَّار'' جو جنت انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہے۔ جب وہ اپنے بندے سے راضی اور خوش ہو جاتا ہے۔ اس جنت کا بھی بہترین بدلہ ملے گا۔ جنت میں جانے والے کم درجہ کے متقی اور درمیانے

درجہ کے متقی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان بھی ہے اور ہر استعداد کے لوگ ترقی کرتے چلے جائیں گے۔اس واسطے وہاں بھی درجات ہیں وہاں بھی ترقیات ہیں۔بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جنت میں مرنے کے بعد جو زندگی ہے وہ ایک نکمی زندگی ہے وہاں عمل اور مجاہدہ نہیں۔ یہ تصور اسلام نے ہمارے سامنے پیش نہیں کیا۔اسلام کہتا ہے کہ مرنے کے بعد جو زندگی ہے اس میں عمل بھی ہے، مجاہدہ بھی ہے، کوشش بھی ہے لیکن امتحان نہیں ۔یعنی یہ خطرہ نہیں کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کسی امتحان میں ناکام ہونے کی وجہ سے انسان کو باہر بھی نکالا جاسکتا ہے لیکن اس زندگی میں یہ خطرہ ہر آن موجود ہے۔اسی وجہ سے کہا گیا کہ دعا کرتے رہو کہ خاتمہ بالخیر ہو کہ مرتے دم تک انسان اس راہ پر چل رہا ہو۔ جو راہ اللہ تعالیٰ کو پسند اور پیاری ہے جو راہ اس کی رضا کی جنتوں کی طرف لے جانے والی ہے۔

تو بنیادی چیز جو یہاں بتائی گئی وہ ثباتِ قدم پر قائم رہے۔صبر سے کام لیا اور استقامت دکھائی۔ اس کے بعد جو باتیں بتائی ہیں ان کا تعلق بھی اسلامی شریعت کے سب احکام کے ساتھ ہے۔

بنیادی بات، اس صبر کی کوشش کے بعد یہ ہے کہ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حکم تو ہے میرا کہ میری رضا کی طلب میں ثابت قدم رہو لیکن اپنی کوشش سے ایسا کرنا تمہارے لئے ممکن نہیں۔ اس لئے نماز کو اور دعا کو مضبوطی سے پکڑو اَقَامُوا الصَّلٰوةَ۔ الصَّلٰوةَ کے معنی فرض نمازیں، جو ہم پڑھتے ہیں پانچ وقت دن میں اپنی شرائط کے ساتھ وہ بھی ہے اور الصَّلٰوةَ کے معنے دعا کے بھی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ جو پانچ وقت کی نماز ہے وہ تو ہر وقت کی دعا کے لئے ستون کا کام دیتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میری رضا کی طلب میں ثابت قدم رہنا چاہتے ہو تو محض اپنے زور پر، اپنے اعمال پر، اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ نہ کرنا تمہیں ثبات قدم کے لئے میری مدد کی ضرورت ہے۔اس کے لئے مجھ سے دعائیں مانگو تا کہ جو تمہیں میں دینا چاہتا ہوں تمہاری زندگیوں میں تم اس کو حاصل کرلو۔

دوسری بات یہ بتائی کہ ثبات قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں جو ہے اس کے معنی یہ

ہیں کہ قرآن کریم کے ہر حکم کے پابند رہو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں نماز پڑھ لی مسجد میں آ کے، یہ کافی ہے۔ بعض لوگ میرے علم میں ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد میں آ کر لمبے لمبے نوافل پڑھ لئے اور لوگوں کی نظر میں آ گئے بزرگ بننے کے لئے یہ کافی ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان کے روزے بھی رکھ لئے اس کے ساتھ تو پھر تو کوئی شبہ نہیں رہا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر وہ فضل نازل کرے گا جو ان لوگوں پر ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کی طلب میں صبر اور ثبات قدم کا نمونہ دکھاتے ہیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نماز اور روزے کے ساتھ اگر حج ہو جائے، اگر میں زکوٰۃ دے دوں تو یہ کافی ہے۔ یہ نہیں۔ قرآن کریم نے سات سو سے زیادہ احکام بیان کئے جو ہماری زندگیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم قیامت کے دن تم سے سوال کرے گا، تمثیلی زبان میں بات کی، کہ آیا تم قرآن کریم پر عمل کرتے رہے ہو یا نہیں؟ قرآن کریم نے صرف یہ نہیں کہا کہ نمازیں پڑھو، دعائیں کرو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو، قرآن کریم نے صرف یہی نہیں کہا کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرة:۴) کہ جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے اس میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کے حکم کے مطابق خرچ کرو۔ اتنا بھی نہیں یعنی سارے احکام کی پابندی بھی کافی نہیں اس کے لئے بھی ایک شرط لگا دی۔ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ۔ تمہیں دیا تو الْحَسَنَةِ گیا ہے لیکن تمہارے اوپر یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اس حسنہ کے ذریعے فساد نہ پیدا ہو بلکہ برائی اور فساد اور فتنے کو دور کرنے والے ہو تم۔

قرآن کریم نے صرف یہ جو موٹی موٹی چیزیں ہیں پانچ دس صرف ان کا حکم نہیں دیا۔ قرآن عظیم تو بڑی عظیم کتاب ہے، اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میرے جیسی عظیم کتاب کو اتنی بلند آواز سے نہ پڑھو کہ کسی دوسرے کو تکلیف پہنچے اس کی وجہ سے ہمسائے میں ایک بیمار پڑا ہے۔ رات کو اس کے شدید درد اٹھا (مثلاً) صبح تین بجے تک وہ تڑپتا رہا۔ دوائیاں اس کو دی گئیں۔ تین بجے اس کی آنکھ لگی اور ہمسائے اگر زور زور سے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دیں جس سے اس بیمار کی نیند خراب ہو۔ قرآن کریم کہتا ہے تم قرآن کریم تو پڑھ رہے ہو لیکن گناہ کر رہے ہو۔ قرآن کریم نے کہا ہے مجھے پڑھنا ہے تو عَلٰى مُكْثٍ اس طریقے پہ پڑھو کہ کسی اور کے

لئے تمہاری تلاوت، تمہارا پڑھنا وجہِ تکلیف نہ بنے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے بہت بڑا گناہ ہے لیکن جو شرک کا مرتکب ہونے والا ہے اس کو سزا دینا یا معاف کرنا یہ میرا کام ہے تمہارا نہیں ہے۔ تم نے ایک مشرک کے جذبات کو بھی ٹھیس نہیں پہنچانی۔

تو قرآن کریم کوئی معمولی کتاب نہیں۔ نہ پانچ دس باتوں پر اسے مشتمل سمجھا جاسکتا ہے کہ بس اسی پر مشتمل ہے یہ اور کوئی باریکیاں اور حسن اور نور اور وہ وسعت جس نے ہماری زندگیوں کا احاطہ کیا ہوا ہے وہ اس میں نہیں یہ غلط بات ہے۔

زندگی اسلام میں ہو کر گزارو جس کو ہم دوسرے لفظوں میں کہتے ہیں فنا فی اللہ ہونا یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دینا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسلام کے ایک معنی یہ ہیں کہ جس طرح ایک بکرا مجبوراً قصائی کی چھری کے سامنے اپنی گردن رکھ دیتا ہے اسی طرح تم، جبر سے نہیں بلکہ اپنی خوشی اور رضا سے خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن رکھ دو اور اس کے بعد ایک نئی زندگی کو حاصل کرو اور اس کے بعد اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ میں جو وعدہ دیا گیا ہے اس کے وارث بنو۔

اس چھوٹی سی آیت میں دراصل اسلامی تعلیم کا خلاصہ بیان کر دیا گیا۔ خدا تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا، وفا سے زندگی گزارنا، ثبات قدم ہونا، کسی ایک حکم میں بھی اس کی ناراضگی مول نہ لینا۔ دوسرے یہ کہ ان چیزوں کے حصول کے لئے محض اپنی طاقت اور صلاحیت کو کافی نہ سمجھنا، محض اپنے اخلاص اور صحت نیت پر بھروسہ نہ کرنا بلکہ یہ جاننا سب کچھ کرنے کے بعد کہ میں نے کچھ نہیں کیا اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت میرے اعمال کے شاملِ حال نہ ہو اور وہ اپنی رحمت سے میرے اعمال کو قبول نہ کرے۔ اس وقت تک ان کی وہ جزا نہیں نکل سکتی جس کا وعدہ اس آیت میں کیا گیا۔

تیسرے یہ کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی، مال دیا، دولت دی، اثر اور رسوخ دیا، علم دیا اور فراست دی، ہزار باتوں میں مہارت کا ملکہ دیا، زندگی دی، اولاد دی۔ ہر چیز کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھنا اور ہر چیز سے سلوک اس حکم کے مطابق کرنا جو خدا تعالیٰ نے دیا اور سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً احکام بجالانا بڑا وسیع حکم ہے یہ ''انفاق'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بھی دیا، اس میں

سے خرچ کرنا۔ بعض باتیں ہیں جو سِرّاً کی جاتی ہیں بعض چیزیں ہیں جو علانیہ کی جاتی ہیں۔ بعض اعمال ہیں جو دونوں طرح کئے جا سکتے ہیں یعنی کبھی اعلانیہ کبھی مخفی طور پر۔ مثلاً تہجد، تہجد کی نماز بنیادی طور پر سِرّاً ہے تنہائی میں اپنے محبوب اللہ کا اظہار کرنا خدا تعالیٰ سے عاجزانہ دعائیں کرنا، اس کی حمد کرنا، کسی کو دکھ نہیں پہنچانا، کسی کو ستانا نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک رات گشت کی مدینے کی۔ اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تم تہجد بہت اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے۔ یہ کیوں ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ میں اس طرح اپنے شیطان کو درے مار رہا تھا قرآن کریم سے بھاگتا ہے وہ۔ آپ نے کہا نہیں اس طرح اتنی اونچی آواز سے نہیں پڑھنا۔ آواز اتنی ہونی چاہیئے بالکل خاموش بھی نہیں، یہ یاد رکھیں تہجد کی نماز کے متعلق یا اور دعائیں جو آدمی کرتا ہے تنہائی میں اس کے متعلق بنیادی حکم یہ ہے کہ نہ بالکل دل میں کرو دعا کہ اپنے کان تک بھی آواز نہ آئے خیال ہی خیال میں رہے، یہ صحیح ہے کہ خدا تعالیٰ کو دلوں کا حال معلوم ہے وہ جانتا ہے تمہارے دل میں کیا خیالات دعائیہ گزر رہے ہیں۔ اسی حدیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے یہ سوال کیا آپ نے کہ اتنی آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے کہ آواز ہی نہیں نکلی منہ سے۔ آپ نے عرض کی خدا تعالیٰ تو دلوں کا حال جاننے والا ہے اس کے سامنے اونچی بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے، اس کے سامنے تو اونچی بولنے کی ضرورت نہیں مگر تمہیں اتنا اونچی ضرور بولنا چاہیئے دُعا کے وقت کہ تمہارے اپنے کان تک تمہاری آواز پہنچ جائے۔ اب میں نے تین دفعہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہی تو میرے اپنے کانوں نے بھی نہیں سنی آپ نے بھی نہیں سنی یہاں اور اگر میں اس طرح کہوں گھر میں لاؤڈ سپیکر تو کوئی نہیں لگا ہوا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (آہستہ آواز میں۔ ناقل) میرے کان نے سن لی ہے اور اگر وہاں لاؤڈ سپیکر نہیں ہے تو آپ کے کان یا میرے پاس بیٹھا ہوا بھی نہیں سُن سکے گا جہاں بیچ میں ایک دیوار آ گئی وہ بھی نہیں سُن سکے گا۔ اپنے گھر کے جو چھوٹے بچے ہیں وہ ڈسٹرب (Disturb) نہیں ہوں گے تو وہ دعائیں جو تنہائی میں کی جاتی ہیں۔ ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ وہ سِرّاً ہوں خصوصاً تہجد کی نماز اونچی اونچی نہ ہو۔ اس میں بعض استثناء ہیں۔ مثلاً رمضان کے مہینے میں لیکن وہ جو ہم تراویح کی شکل میں نوافل پڑھتے

ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے پتا لگتا ہے کہ گھر میں پڑھنا زیادہ اچھا ہے لیکن بعض کمزور لوگ چونکہ گھروں میں نہیں پڑھ سکتے ان کو اس نیکی سے رمضان میں محروم کرنا پسند نہیں کیا گیا۔ اس لئے ان کے لئے تراویح مقرر کر دی گئیں ورنہ تہجد گھر کی نماز ہے۔ خاموشی کی نماز ہے اور میں نے بتایا اصل تو بنیاد ہے صبر اور رضاء باری یعنی ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں۔ اس کے لئے ایک تو یہ کہا کہ دعائیں کرو اس کے بغیر تمہیں ثبات قدم نہیں مل سکتا۔ دوسرے یہ کہا کہ ایک آدھ چیز نہیں بلکہ ہر وہ طاقت اور صلاحیت اور قابلیت اور ہنر جو تمہیں دیا گیا ہے یا دولت یا مال یا اقتدار یا فراست کے نتیجے میں شہرت جو تمہیں ملی ہر چیز کو تم نے خدا تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ کرنا اور استعمال کرنا ہے۔

اور تیسرے یہ کہا کہ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ یہ نیکی کے کام ہیں۔ نیکی کے کام کو اس طرح نہ کرو کہ اس کے نتیجہ میں فتنہ وفساد پیدا ہو بلکہ اس طرح کرو کہ جس کے نتیجے میں فتنہ اور فساد اور برائی اور سیّئہ جو ہے اس کا علاج ہو جائے اور دور ہو وہ۔ اور ان ساری باتوں کا نتیجہ یہ نکلے گا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اپنے فضل اور رحمت سے کہ ہم اس کی رضا کے لئے اس کے حکم کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں کہ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ اپنی اپنی طاقت اور صلاحیت کے مطابق جو کام کئے ہوں گے اور مقبول ہو جائیں گے وہ۔ اس کے مطابق ہمیں مقام مل جائے گا جنت میں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ بنائے اور اپنا فضل اور رحمت اِس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں ہم پر کرے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۸؍مارچ ۱۹۸۱ء صفحہ ۲ تا ۴)